مولانا کمال الدین چشتیؒ

دھار

مؤلفہ

محمد اسمٰعیل خاں نظم بدناوری

"انتساب"

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا علی محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشیں سریر ملکِ عرفان قطبِ زماں حضرت خواجہ میاں محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حجرہ بسی نو ضلع ہوشیار پور (پنجاب) کے نام نامی پر معنون کرتا ہوں۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

خاکِ پا

محمد اسمٰعیل خاں نظمؔ بدناوری

مختار احمد خان بن علی یار خان

نالچھ دروازہ حصار

تقریظات

عالیجناب حضرت علامہ عبدالحق صاحب ڈاکٹر آف لٹریچر سکریٹری انجمن ترقیِ اُردو دھلی

منشی محمد اسمٰعیل خاں صاحب نظم بدناوری (دھار) نے سلطان دلاور خاں غوری کے حالات لکھکر قابلِ قدر تاریخی خدمت انجام دی ہے ان حالات کے ضمن میں دھار کی شاندار شاہی عمارتوں اور اُس عہد کے معاشرتی اور سیاسی کارناموں کا تذکرہ بڑی محنت اور تحقیق سے مرتب کیا ہے۔

سلطان دلاور خاں جیسے بہادر، اولوالعزم، مخیر اور مدبر فرمانروا کو ہم بھول چکے تھے قابل مؤلف نے اپنی قلم سے زندہ کردیا ہے ان حالات اور واقعات کے بیان میں اُنہوں نے مستند تاریخوں اور کتابوں کے حوالے دئے ہیں۔

ہندوستان میں سیکڑوں ایسے قصبے اور مقامات ہیں جن کی گذشتہ تاریخ یادگار زمانہ واقعات اور کارناموں سے لبریز ہے کیا اچھا ہو اگر ایسے مقامات کے تاریخی حالات اِسی تحقیق سے جمع کردئے جائیں، یہ ہندوستان کی تاریخ کے لئے بہت کارآمد اور بیش بہا سامان ہوگا۔

کتاب کے آخری باب کے حالات پڑھکر نہایت درجہ افسوس اور رنج و ملال ہوتا ہے ہندو مسلمانوں کی کشیدگی اور تنازع وہ بھی ایسی معمولی باتوں پر جیسا کہ دھار میں ہوا ملک کی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے ایک معمولی عُرس جو ہر سال ہوتا آیا ہے اس پر انتہائی متعصبانہ جوش و خروش کا ناروا برتاؤ اور کشت و خون کی آمادگی اُس کج ذہنیت کا اظہار ہے جسکا رونا سب رونے ہیں لیکن وقت پر بھول جاتے ہیں اسی عبرتناک واقعہ سے متاثر ہوکر مؤلف نے یہ کتاب اور خاصکر کمال مولانا مسجد کا تذکرہ لکھا ہے تاکہ اُسے پڑھکر معلوم ہو کہ یہی شہر دھار کسی زمانہ میں کیا با عظمت اور شوکت تھا۔

اور اس کے باشندے ہندو اور مسلمان کیسے خوش و خرم بھائیوں کی طرح رہتے تھے آج وہی شہر ہے جہاں اونی اونی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر آمادۂ جنگ و پیکار ہو جاتے ہیں۔

محمد اسمٰعیل خاں صاحب اس تالیف کے لئے ہر اعتبار سے ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں

اورنگ آباد دکن
۲۵ ستمبر ۱۹۴۵ء

عبدالحق

رہنمائے علوم شریعت و طریقت عالیجناب حضرت مولانا علی محمد شاہ صاحب سجادہ نشین حضرت قبلہ میاں محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حجرہ بسی نو ضلع ہوشیار پور پنجاب

منشی محمد اسمٰعیل خاں صاحب ناظر سمسم بدناوری نے ایک کتاب جس میں بانی مسجد سلطان دلاور خاں غوری کی بہترین تاریخ ہے اور اس میں حضرت مولانا علامہ کمال الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی مکمل سوانح عمری بھی ہے اور دھار کے گذشتہ سال کے سیاسی بکھیڑے اور ان کا مسکت جواب بھی ہے موصوف نے بڑی محنت اور جستجو سے لکھی اندریں باب جو خدمت کی ہے وہ بڑی قابل قدر ہے۔

کتاب بڑے کام کی ہے مسلمانوں کا شاندار ماضی اس میں بیان ہوا ہے جو مستقبل کو سنوارنے والا ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کمال الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی روح پُر فتوح سے امید ہے کہ آپ کی امداد فرمائے گی گھبرایئے نہیں استقلال کو قائم رکھئے۔

میں نے ساری کتاب پڑھی بہت عمدہ عبارت میں لکھی گئی ہے اور اصولی تاریخوں کے مطابق ہے موجودہ طرز تحریر اور حالات سلف صالحین اور شاہان نیک سیرۃ وغیرہ بہت دلچسپ ہیں صاحب مطالعہ کو تمام و کمال حالات بغیر زیادہ وقت صرف کئے حاصل ہو جاتے ہیں۔ خدا مؤلف کو جزائے خیر دے۔ آمین

دعاگو

علی محمد عفی عنہ

پاک پٹن شریف
۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء

تالیف تاریخ ہٰذا کے وجوہات

۱۹۴۳ء میں ہونے والے عرس کا اشتہار میرے پاس بدناور میں آیا چند دوست احباب بیٹھے ہوئے تھے اسلئے میں نے اشتہار کو بلند آواز سے پڑھ دیا تاکہ سب کو علم ہو جائے انہیں میں ایک طالب علم بھی موجود تھا طالب علم نے نہایت آہستہ آواز سے کہا کہ عُرس تو احمد آباد میں ہونا چاہیئے دھار میں کیوں ہوا کرتا ہے کسی نے کہا احمد آباد میں کیوں ہونا چاہیئے تو وہ لڑکا بولا موصوف کا وصال احمد آباد میں ہوا ہے اور وہیں دفن بھی کئے گئے ہیں اس جملے پر سب نے ایک زور کے ساتھ قہقہہ لگایا اور کہا شاباش خوب جھوٹ بولتے ہو۔

طالب علم اُٹھکر چلدیا مگر دس ہی منٹ کے اندر ایک کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے واپس آیا اور کہا کہ یہ کتاب فیصلہ کر دیگی کہ جھوٹ کون بولتا ہے کتاب دیکھی گئی تو دراصل اسمیں لکھا ہوا ملا کہ "کمال مولانا احمد آباد میں دفنائے گئے تھے اس مسجد (مقبرے) کو دھار میں محمد خلجی نے اُن کے شمارک (یادگار) میں بنوائی تھی۔ دھار راج کا اتہاس صفحہ ۱۹ مؤلفہ پنڈت نند کشور دویدی"

طالب علم نے اپنی سچائی ثابت کر کے جتنے آدمی بیٹھے ہوئے تھے سب کے دلوں پر بجلی گرا دی ہر مسلمان جوشِ ایمانی کے نشہ میں بکنے لگا کہ اس کتاب کو ضبط کرانا چاہیئے اور اسکی تردید میں کتاب لکھی جانا چاہیئے اُس روز دو ڈھائی گھنٹہ تک یہی چرچا رہا مگر جیسے ہی عرس ختم ہوئے وہ جوش جو سوڈا واٹر کے پانی کی طرح اُبل کر دل سے زبان تک آگیا تھا بیٹھ گیا اور ایسا بیٹھا کہ ۱۹۴۴ء میں ہونے والے عرس کا اشتہار بھی آگیا۔

۱۹۴۸ء کے عرس میں جو ہندو مسلم کشمکش ہوئی اُس نے مفصل تاریخ لکھنے پر مجبور ہی کر دیا اس تاریخ کی تیاری سے پہلے ہندوؤں کی لکھی ہوئی ۱۹۰۰ء سے ابتک کی بہت سی کتابیں میں نے دیکھیں جو ایک سے ایک عجیب و غریب ہے مختصر یہ کہ جس سے جسطرح بن سکا ہی مسلمانوں کے شاندار ماضی کو بدتر بنانے کی تدبیر میں اپنا سارا زور لگا دیا ہی ریاست دھار میں رہنے والے مسلمانوں نے ان کتابوں کو نہ دیکھا ہو گا سراسر جھوٹ ہے مسلمانوں نے ہر ہندی تصنیف کو بروقت دیکھا ہی مگر اس کا اثر اتنی ہی دیر رہا جیسے رات کو خواب دیکھا اور صبح کو بھول گئے جس طالب علم نے مندرجہ صدر جملہ بلا کسی پس و پیش کے کہدیا تھا وہ مسلمان ہی تو ہے اور جو کتاب اُس نے اپنے بیان کے ثبوت میں پیش کی وہ ۱۹۱۷ء میں چھپی ہے اور جب ہی سے ریاست بھر کے اسکولوں میں داخل کورس کر دی گئی جسکو کم نہیں اٹھائیس ۲۸ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔

مسلمانوں کے جمود اور بے حسی کے بیان کرنے سے تو کوئی فائدہ نہیں ہے عرض کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ تاریخی حالات اور واقعات کی صورت مسخ کرنے میں ہندو ارباب قلم کی جسارت کو دیکھتے ہوئے یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا "چہ دلاور ست دُزدے کہ بکف چراغ دارد" اس تاریخ کے چند ورق آپکو اطمینان ہی نہیں یقین کامل کرادینگے کہ حضرت مولانا صاحب احمد آباد میں نہیں ارضِ دھار میں آسودہ ہیں مگر جو قلم ایک بھوج کے "دو بھوج" بنا سکتی ہی وہی قلم دو کمال الدین کو ایک بھی کر سکتی ہے۔ آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں گجرات اور کاٹھیاواڑ میں بھی مطلق العنان اسلامی بادشاہت رہی ہی اور علامہ کمال الدین نام کے ایک زبردست عالم احمد آباد میں گذرے ہیں ان دونوں ہم نام بزرگان دین کے درمیان میں دو سو سال کا تفاوت ہے مگر ہندو ارباب قلم کیلئے تحقیق مطمح نظر ہی کب ہی وہ تو قلب ماہیت کا مسالہ چاہتے ہیں کاش "یادِ ایام" نام کی ایک مختصر تاریخ ہی پڑھ لی جاتی تو غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا کم و بیش نو سو ۹۰۰ سال ہندوستان میں اسلامی حکومت رہی ہے

اس نو سو سال کے طویل دَور میں حکومتیں بنتی اور بگڑتی رہی ہیں جیسا کہ اس دَور میں بھی ہو رہا ہے صوبۂ مالوہ جسکا پائے تخت دھار اور دھار کے بعد مانڈو میں رہا ہے اور مطلق العنان بادشاہت کی گئی ہے اُسی دَور خود مختاری میں دھار، مانڈو اور نالچھا وغیرہ مقامات پر بیشمار عمارتیں جن میں مسجدیں، خانقاہیں اور مقبرے بھی شامل ہیں تعمیر ہوئے حضرت مولانا خواجہ کمال الدین صاحبؒ کا مقبرہ بھی اُسی دور کی نشانی ہے اسی لئے میں نے بانیِ سلطنتِ مالوہ "سلطان دلاور خاں غوری" کی تاریخ مرتب کی کیونکہ کمال مولانا مسجد کو دلاور خاں نے تعمیر کرایا ہے اسلئے حضرت مولانا صاحب کی سوانحعمری کو اُسی تاریخ کا ایک باب بنانا پڑا۔

"سلطان دلاور خاں غوری اور کمال مولانا مسجد" کا مسودہ تیار کرکے رائیں اور تقریظات کے لئے جہاں جہاں بھیجا گیا مکمل کتاب کو مدنظر رکھتے ہوئے تقاریظ آئے ہیں اور بجائے مکمل کتاب کے صرف یہ چند ورق ارباب نظر کے سامنے پیش کر رہا ہوں لہذا غلط فہمی پیدا نہ ہونے پائے اس خیال سے یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حاصل کی ہوئی تقریظوں میں سے صرف دو تقریظیں میں نے اس کتاب میں بلا کم وکاست شامل کرکے مستقبل میں چھپنے والی کتاب کے پانچویں باب کو احباب کے اصرار سے بعجلت چھپوایا ہے

تقریظات کے ملاحظہ سے میرے دوستوں کو یقین ہو جائیگا کہ جیسا وعدہ کیا گیا تھا ویسا ہی کیا گیا ہے اور میں یہ کہنے کے قابل ہو گیا کہ سردست پھول کے بجائے پنکھڑی سامنے رکھدی اگر خدا کا فضل شامل حال رہا تو عنقریب مکمل تاریخ آپ کے ملاحظہ میں پیش کردی جائیگی اس کتاب کی تکمیل میں ایک دردمند مسلمان بھائی نے فراہمی حالات کے سلسلہ میں بڑی امداد فرمائی اور جب میں اُن کا نام لکھنے لگا تو قلم تھام لیا اُن کی مرضی کے خلاف کرنا مناسب نہیں سمجھا خدا انھیں جزائے خیر دے اُن کی معلومات نے میری بہت امداد فرمائی ہے بہرحال میں ان کا ممنون احسان ہوں

کمترین

محمد اسمٰعیل خاں اعظم بدناوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رہنمائے علومِ شریعت واقفِ رموزِ طریقت مجمع الصفات جامعِ کمالات حضرت مولانا کمال الدین صاحب چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے ملک کے مایۂ ناز مؤرخ عالیجناب حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلمار لکھنؤ نے بزرگان دین کے انفاسِ قدسیہ کے متعلق جن زریں خیالات کا اپنی کتاب "یادِ ایام" میں اظہار فرمایا ہے وہ فقرہ تبرکاً حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

یہ مسلم ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت صرف بزرگانِ دین کے قدومِ میمنت لزوم سے ہوئی ہے جو وقتاً فوقتاً تشریف لائے اور اپنے انفاسِ قدسیہ سے لوگوں کے دلوں سے کفر وجہالت کے زنگ کو مٹاتے رہے ہندوستان کے جس گوشہ میں آپ کا گذر ہو گا ان بزرگوں کے نقشِ قدم آپکو ملینگے۔

ان کے کارنامے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو چکے ہیں اور ہم نے اپنی شامت اعمال سے انکی سچی تاریخ کو رنگ آمیزی سے خراب کرکے اسکی صورت بدل دی ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ صرف انہیں کے توکل، استغنا، ایثار، اتقا اور خلوصِ نیت کا یہ نتیجہ ہے کہ آج باشندگانِ ہند کا پانچواں (چوتھا) حصہ جو کسی وقت شرک وجہالت میں مبتلا تھا اُس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے سرِ نیاز خم کر رہا ہے۔

ضیاباریِ اسلام سے پہلے عربستان میں جو بت پرستی ہو رہی تھی اُسکی تصویر حکیم الامت شمس العلمار حضرت مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم نے اس طرح سے تیار کرکے پیش کی ہے۔

قبیلے قبیلے کا بُت اک جدا تھا   کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا

یہ عزہ پہ وہ نائیلہ پر فدا تھا   اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور   اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

عربستان کے بت مختلف شکل وصورت کے اور گھر گھر یہی سہی مگر ہوتی تو صرف بت پرستی ہی تھی بمقابلے اسکے ہندوستان میں پتھر کی مورتوں کے علاوہ چاند، سورج، آگ، پانی، گائیں، گھوڑے، برڑ، پیپل حتیٰ کہ مزبلہ (گھوڑے) تک پوجے جارہے ہیں اور اوہام پرستی مزید برآں ہے۔

تبلیغ اسلام کا حکم آفتاب علم نے ہندوستان کے چپہ چپہ پر اجالا کر دیا ہے اس روشنی کے زمانہ میں ہندوستان کے اندر باطل پرستی کا یہ عالم ہے تو چھ سو سال پہلے جبکہ گھر گھر پر جہالت کی تاریکی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اسوقت حضرت مولانا کمال الدین صاحبؒ کو سلطان الاولیاء محبوب الٰہی حضرت نظام الدین صاحبؒ نے حکم دیا کہ سرزمین صوبہ مالوہ میں جاکر شرک اور کفر کے قعرِ مذلت میں پڑے ہوئے اللہ کے بندوں کو منشاءِ تخلیق سمجھایا جائے اور دعوتِ اسلام دی جائے جیسا کہ سیر المتاخرین جلد اول کے صفحہ ۲۷۳ پر تحریر ہے۔

"شیخ نظام الدین اولیائی کمال الدین کو ملک مالوہ میں اور مولانا غیاث الدین کو دھار کیلئے روانہ فرمایا"

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں اور خاصانِ خدا کے کام اسرار اور حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتے جیسا کہ فخرِ کائنات سرورِ عالم مخبرِ صادق حضرت احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی مشہور ہے کہ "مجھے مشرق سے بوئے محبت آتی ہے" ایسطرح سلطان الاولیاء محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین علیہ الرحمتہ کا مولانا غیاث الدینؒ کو دھار میں اور مولانا کمال الدین صاحبؒ کو صوبہ مالوہ کے دار الحکومت شہر اُجین میں تعینات فرمانا مستقبل میں ہونیوالے کسی بہت بڑے کام کا پیش خیمہ تھا۔

اپنے مرشد کے حکم کے بموجب مولانا غیاث الدینؒ دہلی سے روانہ ہو کر دھار آئے اور مولانا

کمال الدین صاحبؒ نے دہلی سے اُجین میں تشریف لا کر قیام فرمایا یہ صوبات مالوہ کی فتح کا چھیاسٹھ واں سال تھا اُجین میں مہاراجہ پورن مل بڑے کروفر اور نہایت تزک و احتشام سے صوبات مالوہ کی گورنری کے فرائض انجام دے رہے تھے ہندو سوار سپاہیوں کے علاوہ دو لاکھ کے قریب مسلمان سوار سپاہی بھی مہاراجہ صاحب موصوف کے زیر فرمان تھے جن کی کثیر تعداد تو اُجین ہی میں تھی اور تھوڑے تھوڑے سوار سپاہی پرگنوں اور تحصیلوں میں بغرض حفاظت و انتظام متعین تھے۔

ہندوؤں کے دھرم گرو اور سادھو سنت ہوں یا مسلمانوں کے پیر و مرشد دیہاتوں میں رہنے والے ہندو مسلمان انھیں اپنی بستی سے باہر بڑھا کر (خیر مقدم کر کے) اندر لیجانے کے قدامت سے عادی ہیں دیہاتوں کے سادے اور بے بدعت اجتماع و بے ریا جلوس شہروں کے شاندار شور و شر والے جلوسوں سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں اسی طرح دیہاتیوں کی بے تکلف مہمانداریاں شہریوں کی پُر تکلف مہمانداریوں کی بہ نسبت محبت اور خلوص کی خوشبو سے معطر ہوا کرتی ہیں دیہاتوں میں رہنے والے مسلمان سوار اور سپاہی مولانا صاحبؒ کو اُجین سے اپنے اپنے گانوؤں میں لیجاتے اور وعظ کی مجلسیں منعقد کر کے مرید ہونے لگے۔

مولانا صاحب کی شہرت کا سبب تو اُنکی بہترین تعلیم ہی کچھ کم نہ تھی پھر معلومات سے لبریز بلا لَومَۃَ لَائِمٍ وعظ اور دلکش تقریریں، ہر مذہب کے اعلیٰ اور ادنیٰ سے بخندہ پیشانی ملنا اور علیٰ قدر مراتب عزت کرنا، زہد و تقویٰ ان تمام اعلیٰ اوصاف انسانی نے مولانا صاحب کو ہر دلعزیز بنانے میں کچھ کسر نہ اُٹھا رکھی تھی ان تمام جاذب توجہ خوبیوں کے علاوہ سلطان الاولیا حضرت مولانا نظام الدین صاحب محبوب الٰہی کا خلیفہ ہونا طرّۂ امتیاز بھی تھا۔ ہر مسلمان آپ سے بیعت ہونے اور آپ کا مرید کہلانے کو فخر سمجھتا تھا مولانا صاحب اُجین سے باہر جہاں بھی تشریف لیگئے دو چار غیر اسلامیوں کو حلقہ بگوشِ اسلام بنا آئے اور مذہب اسلام کی خوبیاں اس طرح سامنے پیش فرماتے کہ ہر وہ ہندو جو آپ سے ملا یا آپ کے وعظ و تقریر میں شامل ہوا دین اسلام کا گرویدہ ہو گیا

کیونکہ آپکی کرامت اور مکاشفات کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا تھا اسلئے تشنہ کامانِ حق اُجین ہی میں آکر آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ مہاراجہ پورن مل بھی گاہ بگاہ مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور آپ کے پند و نصائح گوشِ دل سے سنا کرتے تھے۔

مذہبِ اسلام جس تیز رفتاری اور سُرعت سے روئے زمین پر پھیلا ہے اُسکی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا آفاق میں شائد ہی کوئی جگہ ہو گی جہاں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پڑھنے والا موجود نہو ساتھ ہی اسکے تبلیغی مذاہب میں یہ فخر بھی اسلام ہی کو حاصل ہے اسکے مُبلّغ خالصاً لوجہ اللہ روئے زمین پر پھیلے اور ان میں اکثر مبلّغ اہلِ دل اور صاحبِ باطن مسلمان تھے۔

مبلّغانِ اسلام کی شہادت حضرت مولانا کمال الدین صاحب کی تبلیغی کوششوں سے دو سو سال پہلے ۳۴ھ مطابق سمت گیارہ سو بکرمی میں سرتاج الابدال حضرت عبد اللہ شاہ چنگال صاحب اور اُن کے ہزاروں مرید ہندوستان میں تبلیغِ اسلام کا فرض انجام دے چکے تھے مالوہ کی خود مختار سلطنت مانڈو کے چوتھے بادشاہ سلطان ناصر الدین محمود شاہ نے ۸۵۹ھ ہجری میں حضرت عبد اللہ شاہ صاحب چنگال کے مقبرے کو تعمیر کرا کے جو لوح کتبہ احاطہ کے اخیر دروازہ پر نصب کرائی ہے اس میں تحریر ہے۔

شنیدستم کہ پیش از وے تنے چند	۱	رسیدہ اندریں ویرانہ پور
مؤذن چوں ندائے صبح برداشت	۲	یلے مستانہ صوتے چوں دمِ صور
نفیرے خاستہ ہر سو زِ کفار	۳	دویدہ ہر تنِ با تیغ و ساطور
بہ خستند آخر آں مردانِ دیں را	۴	پس از کشتن بچاہے کردہ مستور

(۱) سنا میں نے کہ ان میں سے کچھ مسلمان اس ویرانہ میں آپہونچے۔ (۲) جیسے ہی صبح کی اذان کی دلگداز آواز بلند ہوئی گویا صور پھنک گیا۔ (۳) سنکھ بجاتے ہوئے کفار تلواریں اور چھرے لیکر ہر سمت سے دوڑ آئے۔ (۴) آخر کاران غریب الوطن مسلمانوں کو قتل کر کے کنویں میں دھکیل دیا۔

بادی النظر میں تو یہ کتبہ ہے لیکن فی الحقیقت یہ ایک روح فرسا خونِ ناحق کی مفصل سرگذشت ہے جو بیالیس اشعار میں نظم ہوئی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ چالیس مسلمان تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں دھار آئے تھے صبح کی اذان کہکر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو دھار میں رہنے والے ہندوؤں نے ان چالیسوں مسلمان مبلغانِ اسلام کو قتل کر دئے اور اُنکی لاشیں ایک کنوئیں میں ڈالکر چھپا دیں۔

سرتاج الابدال حضرت عبداللہ شاہ صاحب چنگال جیسے باطن بزرگ تھے جن پر روحانی قوت سے واقعۂ قتل منکشف ہوگیا فوراً دھار تشریف لائے اور مہاراجہ بھوج سے فریاد کرکے داد مانگی مہاراجہ سے اس واردات کو پوشیدہ رکھا گیا تھا اسلئے مہاراجہ نے نہ صرف لاعلمی ظاہر کی بلکہ اسکی صحت ہی سے انکار کر دیا کچھ رد و قدح کے بعد حضرت عبداللہ شاہ چنگال مہاراجہ بھوج کو معہ اراکینِ سلطنت کے ہمراہ لیکر جائے وقوع پر آئے اور کہا کہ اس کنوئیں کے اندر لاشیں چھپائی گئی ہیں جب مٹی اُٹھائی گئی تو در اصل چالیسوں لاشیں برآمد ہوگئیں مہاراجہ بھوج نہ صرف عدل گستر حق پسند اور خدا ترس فرمانروا تھا حضرت عبداللہ شاہ چنگال کی روحانی قوت کی رسائی اور روشن ضمیری نے مہاراجہ بھوج اور اراکینِ سلطنتِ دھار کے دل پر جو معجز نما اثر کیا اسکو فقط ایک شعر میں محمودؔ نے نظم کر دیا ہے

چو رائے[۱] بھوج دیدش از فراست ؛ مسلماں گشت "با اہل ہمہ شور"

---

[۱] اس شعر کا مطلب بالکل صاف ہے کہ " رائے بھوج (مہاراجہ بھوج) نے اس واقعہ کو دل کی آنکھ سے دیکھا تو معہ اراکین سلطنت کے اسلام قبول کر لیا " مگر اس صاف اور غیر مبہم معاملہ میں ہندو اور مسلمان مؤرخوں نے جو جو قیاس آرائیاں کی ہیں وہ تعجب خیز ہیں۔ مسلمان مؤرخوں نے تحریر کیا ہے کہ مہاراجہ بھوج بانیِ اسلام روحی فداہ کا ہمعصر تھا اور شق القمر کا معجزہ دیکھنے کے بعد تصدیق کی جستجو کر رہا تھا کہ حضرت عبداللہ شاہ چنگال عرب سے آئے اور اُن سے تصدیق کر کے مسلمان ہوگیا۔

ہندو مؤرخوں میں سے پنڈت نند کشور ودیدی صاحب اپنی تصنیف " دھار راج کا اتہاس" کے صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں کہ اس مقبرے میں جو دو قبریں ہیں اُن میں سے ایک عبداللہ شاہ چنگال کی ہے اور دوسری راجہ بھوج کی ہے۔ چنگال اسلئے کہتے تھے کہ جو کوئی آدمی اُس سے ملتا وہی اُسکے

مبلغانِ اسلام کا بیش قیمت خون کتنا خوش رنگ رنگ لایا یہ تو اس شعر سے ظاہر ہی ہو رہا ہے لیکن ان بیگناہ مقتول یا شہید جاں نثارانِ اسلام کی پاک روحیں تبلیغِ اسلام کی پھر بھی خواہاں تھیں مولانا غیاث الدین صاحب کا دھار میں آنا انہیں سعید روحوں کی روحانی کشش کا نتیجہ تھا اور وہی تقناطیسی قوت حضرت مولانا کمال الدین صاحب کو بھی سرزمینِ دھار میں کھینچ رہی تھی مولانا صاحب نے تین سال اُجین میں گذارے اس تین سال کے عرصہ میں کئی دفعہ دھار آنیکا ارادہ کیا لیکن مہاراجہ پورن مل اور عمائدینِ شہر اُجین کے حد سے بڑھے ہوئے اصرار نے مولانا صاحب کو دھار نہ آنے دیا مگر جب مولانا مغیث الدین صاحب اُجین میں تشریف لے آئے تو مولانا کمال الدین صاحب کو دھار تشریف لانے میں ایک بہترین سبب ہاتھ آگیا اب دھار میں بجائے ایک کے دو متبحرِ عالم اور صاحبِ سلوک بزرگ جمع ہوگئے مولانا غیاث الدین صاحب نے جو درس و تدریس کا کام جاری کر رکھا تھا مولانا کمال الدین کی شرکت نے اس پر چار چاند لگا دیے کہیں کہیں تو ابھی تک اس کا رواج ہے مگر اُس زمانہ میں تو مخصوص طور پر مسجدیں ہی مدرسوں اور کالجوں کا کام دیا کرتی تھیں فجر کی نماز کے بعد سے دوپہر تک اور ظہر کے بعد سے عصر کی نماز تک مسجد اور اُسکے حجروں میں طالب علم لکھتے پڑھتے رہتے تھے مولانا صاحب کا سارا دن درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذرتا اور

بقیہ صفحہ ۱۱ - اوصاف (گنوں) پر فریفتہ (مُہت) ہوجاتا تھا راجہ بھوج دوسرے پر اسکا اتنا اثر ہوا کہ وہ اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان ہوگیا تھا اور اس نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا تھا کہتے ہیں کہ مرتے وقت راجہ بھوج نے وصیّت کی تھی کہ میں اپنے گرو (مرشد) کے پاس دفنایا جاؤں اس سبب سے وہ چنگال کے پاس ہی دفنایا گیا تھا۔

ہندی کے مشہور مؤرخ پنڈت گوری شنکر اوجھا صاحب اجمیری نے لکھنے کو تو سب کچھ لکھ دیا مگر مشکوک کر دیا حالانکہ اس میں قیاس آرائی کی ضرورت ہی نہیں ہے مقبرے پر پانچسو سال پہلے کی لکھی ہوئی شہادت سنگین حروف میں لگی ہوئی ہے جس کا محرر کوئی معمولی آدمی نہیں ہے بلکہ سلطان ناصر الدین محمود شاہِ مالوہ ہے اور اسمیں تو کوئی شبہ باقی ہی نہیں ہے کہ دورِ حکومت مہاراجہ بھوج سمت ۱۰۶۷ سے سمت ۱۱۱۲ بکرمی مطابق سنہ ۱۰۱۰ سے سنہ ۱۰۵۵ء تک رہا ہے جس میں عہدِ رسالت سے چار سو برس کا تفاوت ہے

رات ذکر اذکار تزکیۂ نفس اور مراقبہ کے لئے وقف تھی شاگردوں اور مریدوں کی تعداد کافی ہوگئی تھی جو رات کو حلقۂ ذکر اذکار میں بھی شریک ہوا کرتے مسجد اور مسجد کے حجرے اللہ اور الا اللہ کی صدا سے رات رات بھر گونجتے رہتے تھے۔ صبح اور شام کی نماز کے بعد سیکڑوں ہندو اور مسلمان مولانا صاحب سے پانی پر دم کراکے لیجاتے اور مریضوں کو پلاتے (جس کا رواج دھار میں ابتک بدستور ہے) شافیِ مطلق اس سے صحت عطا فرما دیتا تھا مولانا صاحب کے معجز نما تعویذ تو اسقدر مشہور ہوئے کہ دور دور سے آکر ہندو مسلمان تعویذ لیجانے لگے گویا یہی ذریعہ تبلیغ تھا جہاں صرف اذان کہدینے پر ایک دو نہیں چالیس مسلمانوں کو جامِ شہادت پینا پڑا تھا اب وہاں ہر طرف نورِ اسلام اپنی پوری پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگانے لگا۔ چند سال کے بعد مولانا نے لنگر جاری کردیا جس سے غریب الوطن طالب علم، شہر کے یتیم مسکین اور اپاہج مستفید ہونے لگے۔ ویسے تو دھار صوبات اُجّین کا ماتحت تھا مہاراجہ پورن مل کا اپنے ضلع میں آنا فرائض منصبی میں داخل تھا لیکن مولانا صاحب کے دھار میں تشریف لانیکے بعد مہاراجہ پورن مل کا دھار آنا جانا اور کئی کئی روز تک دھار میں مقیم رہنا عوام کیلئے ایک حل طلب معمہ ضرور بن گیا جسکو ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق حل کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ معمول کے مطابق پوجا پاٹھ اور دھارمک کام مہاراجہ پورن مل کر رہے تھے لیکن اب ان کاموں میں وہ پہلا سا شغف اور دلچسپی نہ تھی جن کاموں کو وہ خود کیا کرتے تھے اپنے پروہت سے کرانے لگے نومسلموں کو بلانا اور باتوں باتوں میں اُن سے تبدیلِ مذہب کی وجہ معلوم کرنا مذہب اسلام کے خلاف بحث چھیڑ کر نومسلموں سے اسلامی خوبیاں اور آسانیاں ٹٹولنا ان کا دلچسپ مشغلہ تھا سچ تو یہ ہے کہ مولانا صاحب کے اُجّین کے قیام ہی کے زمانہ میں مہاراجہ پورن مل کا دل حلقہ بگوشِ اسلام ہوچکا تھا لیکن ازراہِ تجاہلِ عارفانہ اپنے دلی راز کو چھپاتے رہے۔

دوست احباب، عزیز اقارب بیوی بچے اور کنبے کا خیال مہاراجہ پورن مل کو علی الاعلان

اسلام قبول کرنے سے روکے ہوئے تھا لیکن دھارمک کاموں سے بے التفاتی اور شمع اسلام کے گرد پروانہ وار گھومتا رہنا قریب قریب سب لوگوں کو یقین دلا رہا تھا کہ مہاراجہ صاحب کو مولانا صاحب سے جو محبت ہے اسمیں حسنِ عقیدت کا زیادہ حصّہ ہے جب مہاراجہ کا دل بادۂ اسلام سے سرشار رہنے لگا اور عوام اُنھیں کھویا ہوا محسوس کرنے لگے تو اشارتاً اور کنایتاً عزیز و اقارب نے مسلمان کہنا شروع کر دیا مگر چڑھنے اور غضبناک ہونے کے بجائے مہاراجہ مُسکراتے اور فرماتے کہ مسلمانوں کے طرزِ معاشرت اور طریقِ عبادت میں قدرتی جاذبیت ہے میں دو تین سال سے نہایت غور کیساتھ بچشمِ خود دیکھ رہا ہوں کہ ہر مسلمان مساوات کا حامی ہے اخوت کو ہر مسلمان لازمی جانتا ہے اور بنی نوع کے ساتھ ہمدردی کے جذبات مسلمانوں میں عالمگیر ہیں مولانا صاحب اپنی ہر تقریر میں فرمایا ہی کرتے ہیں کہ اشرف المخلوقات ہونے کے معنی یہی ہیں کہ ہر شخص اپنی بساط کے موافق دوسرے کی مدد کرے اور کام آئے بخلاف اسکے ہمارے سناتن دھرم میں چھوت چھات اور اونچ نیچ کے سوا کچھ نہیں ہے طریقِ عبادت میں بھی یکسانیت نہیں ہے غرض رسم و رواج پر ہندو دھرم کا دارومدار ہے میں ان باتوں پر سوچ بچار کیا کرتا ہوں اور اگر تم مجھے مسلمان سمجھتے ہو تو سمجھا کرو

مہاراجہ پورن مل سیکڑوں نومسلموں سے ملکر مسلمان ہونے کا طریق تو معلوم کر ہی چکے تھے مگر پھر بھی اُن کے دل میں یہ گھمنڈ باقی تھا کہ یہ تو ادنیٰ اور معمولی درجہ کے لوگوں کا اسلام قبول کرنا تھا بحیثیت فرمانروا ہونے کے میرا مسلمان ہونا امتیازی حیثیت رکھتا ہے مہاتما بدھ کی طرح لاکھوں روپیہ خرچ کر کے کوئی عظیم الشان جشن کیا جائیگا لہٰذا مولانا صاحب سے پوچھا کہ حضرت! اگر میں زمرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہوں تو مجھے کیا کیا کرنا پڑیگا۔

مولانا صاحب نے فرمایا! انسان ہونے کے اعتبار سے تو آپ میں اور ایک غریب و بے نوا آدمی میں کوئی فرق نہیں ہے مذہبِ اسلام مساوات کا علمبردار ہے جس طرح اور لوگوں نے

کلمہ طیبہ پڑھ لیا ہے آپ بھی پڑھ لینگے مہاراجہ صاحب نے فرمایا کہ پھر "

"درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست"

مہاراجہ صاحب کی راسخ العقیدگی پر نظر کرکے مولانا صاحب نے اُسی وقت اَشھدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ ط پڑھادیا جسکو مصنف تاریخ مالوہ نے جلد اول کے صفحہ ۲۰۶ پر اس طرح سے تحریر کیا ہے۔

مولانا کمال الدین بن شیخ بایزید بن نصر الدین نبیرہ شیخ فرید الدین شکر گنج کے اور مرید شیخ نظام الدین اولیا کے ہیں ۷۰۹ ہجری میں نظام الدین اولیا نے خلعت خلافت انکو مرحمت کیا اور دھار بھجوا دیا اس عہد میں پورن مل مالوہ کا راجہ تھا برکت شیخ سے زمرہ میں اہل اسلام کے داخل ہوا۔

مہاراجہ پورن مل کا مشرف باسلام ہونا رُکے ہوئے پانی کا بند ٹوٹ جانا تھا شام تک مہاراجہ کی بیوی بچے نوکر چاکر لونڈی غلام بعض رشتہ دار مسلمان ہوئے اور مولانا صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کرتے رہے اسکے بعد کئی روز تک اہل ہنود زمرۂ اسلام میں داخل ہوا کئے برسوں کا کام مہینوں اور ہفتوں میں ہوگیا۔ مولانا صاحب کی تعلیم و تعلم اور روحانی قوت کے چھوٹے چھوٹے واقعات جنکو کرامت اور خرقِ عادت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے بہت سے ہیں جسطرح مشک ختا سونگھ لینے کے بعد دوسرے عطر خوشبو نہیں دیتے اسی طرح مندرجہ صدر عظیم الشان تبلیغی کرامت کے بعد اُن واقعات کی قیمت برائے نام رہ جاتی ہے اسلئے ہم نے اُن کی ترتیب و اظہار کی ضرورت نہیں سمجھی۔

زادبوم کہنے کو تو پاک پٹن کہا جاسکتا ہے لیکن تحقیقی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ مولانا صاحب کی پیدائش کا فخر کس زمین کو حاصل ہے اور کس تاریخ سعید میں آپ نے گلشن دنیا پر قدم رکھا تھا افسوس ہے کہ باوجود تلاش بسیار یہ حالات نہیں مل سکے جذب و سلوک کی منزلیں حضرت مولانا کمال الدین صاحب نے محبوب الٰہی سلطان الاولیا حضرت نظام الدین صاحب کے حلقہ میں دہلی میں طے کی تھیں

آپ کی تعلیم کہاں ہوئی اور کس عالم کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہ کیا اس کا بھی پتہ نہیں چلتا بارگاہِ نظامی سے سندِ خلافت حاصل کر کے دہلی سے اُجین اور اُجین سے دھار تشریف لا کر مستقل سکونت اختیار کی گئی مولانا صاحب جید عالم اور باعمل بزرگ تھے قوتِ کشش ایسی زبردست تھی کہ یہ مصرعہ صادق آتا ہی رہیں جو دیکھ لیتا ہے وہ شیدا ہو ہی جاتا ہے" انقلاب سلطنت نے آپکی تصانیف کو غدر بود کر دیا آپ کے حال قال اور کشف و کرامت کے واقعات ابتک لوگ کہانیوں کی طرح بیان کرتے ہیں آپکی تبلیغی کوششوں نے سرزمینِ مالوہ میں نہ صرف اَن دیکھے خدا کو خدا ماننے والوں کی کثیر تعداد پیدا کر دی ہے بلکہ شرک و جہالت کی رسمیں مٹانیوالے عالموں اور صوفیوں کی بھی تعداد کافی پیدا کر کے دینِ محمدی کی بہت بڑی خدمت کی ہے دو باتیں دھار میں بہت مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہیں ایک یہ کہ مولانا تو مولانا مولانا صاحب کے کنویں کا پانی جاہل کو عالم بنا دیا کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا غیاث الدین صاحبؒ جو نہ صرف آپ کے پیر بھائی آپ ہی کی طرح حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الدین صاحبؒ کے خلیفہ تھے آپ کے ہمعصر اور آپ ہی کے ساتھ آئے ہوئے صاحب شریعت و طریقت عالم فاضل تھے ان کے لئے یہ بات مشہور اور زبان زد خلائق ہے کہ آپکی تعلیمی کوششوں نے حافظوں کی کافی تعداد بنا دی تھی آپکے مزار پُرانوار پر اس عہد کے حُفاظ بھی جبکہ وہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید حفظ کر چکتے ہیں بیٹھکر ورد کیا کرتے ہیں اور یہ بات سرمایۂ اعتقاد بنی ہوئی ہے کہ غلطیوں کی اصلاح غیبی آواز کے ذریعہ ہو جایا کرتی ہے اور یہ خیال بھی عام طور پر کارفرما ہے کہ آپ کے مزار پر قرآن مجید سُنا آنیکے بعد حافظ کے دل پر سے قرآنِ پاک کی یاد محو نہیں ہونے پاتی۔

جس طرح موسیقی کے استاد تان سین کے مزار کی اِملی کے درخت پر موسیقی کے شوقین

پتّے نہیں رہنے دیتے اُسی طرح مولانا غیاث الدین صاحبؒ کے مزار پر جو اریٹھے کا درخت ہے اُسکے پتّے توڑ لیجاتے ہیں اور کُند ذہن یا نسیان کے مریض ان پتّوں کو دل کے اوپر جیب میں تعویذ کی طرح رکھ لیا کرتے ہیں اسی مناسبت سے آپ اریٹھا پیر مشہور رہیں مولانا غیاث الدین کا کہنے والا تو دھار میں شاذونادر ہی ملیگا ہر شخص کو آپ اریٹھا پیر کہتے پائیں گے۔

مختصر یہ کہ حضرت مولانا خواجہ کمال الدین صاحبؒ نے اپنی زندگی کے طویل عرصہ میں روحانی اور جسمانی طور پر نہ صرف اسلامی ہی خدمت انجام دی ہے ملکی خدمت کرنے والوں کی بھی کافی تعداد تیار کردی تھی یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جاسکتا لیکن تقریباً ۷۳۱ھ میں پانچویں تاریخ ماہ ذی الحجہ کو اس دارِ ناپائدار سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ فرمایا بوقت وصال آپکی عمر سو سال سے بھی زیادہ تھی اس طویل العمری کا بڑا حصہ اکتالیس سال خاص شہر دھار میں گذارا گیا ہے مولانا محمد غوثی مصنف تاریخ گلزار ابرار نے آپکی اولاد کو بچشم خود دیکھا ہے۔

مولانا صاحب کی پیشین گوئی کے مطابق دلاور خاں غوری مالوہ کی صوبات کا گورنر مقرر ہو کر صوبات کے دارالحکومت اُجین میں آیا اُسوقت سینٹرل انڈیا میں اُجین ہی سب سے بڑا اور بارونق شہر تھا مگر دلاور خاں کا دل ایسے معمور اور گلزار شہر میں نہیں لگا دھار آگیا یا دھار میں کھینچ لیا گیا دلاور خاں نے سلطان شمس الدین التمش فاتح مالوہ کی بنوائی ہوئی مسجد کو جسمیں مولانا کمال الدین صاحبؒ نے اکتالیس سال درس تدریس کا سلسلہ جاری رکھکر ہزاروں جاہلوں کو زیورِ علم سے مالا مال کیا تھا شکستہ حالت میں دیکھکر بادشاہت مالوہ کی خود مختاری کے اعلان کے دن اُسی خوشی میں عالیشان مسجد بنوادی بانیِ مسجد سلطان دلاور خاں کو تو نہ صرف شہر دھار ریاست دھار میں بھی کوئی نہیں جانتا مولانا صاحب کی شہرہ آفاقی نے اس مسجد کو "کمال مولا مسجد" مشہور کردیا۔

دورِ موجودہ کے بادشاہ اور حکمرانوں کی سیرت پر نظر کرتے ہوئے تو کوئی یقین نہ کریگا لیکن تاریخی شہادت ہے کہ سلطان غیاث الدین خلجی (مانڈو کے پانچویں بادشاہ) جس کے حرم میں بہت سی بیگمات اور لونڈیاں تھیں اُس کی خدا ترسی اور عاقبت اندیشی کا یہ حال تھا کہ اُس نے کفن کے کپڑے کا تھان مقرب ندیموں کو دیکر یہ حکم دے رکھا تھا کہ رقص وسرود کی محفل برخاست کرنے کا وقت آجائے اور میرا انہماک کم نہ ہو تو مجھے کفن کا کپڑا دکھادیا کریں تاکہ دنیا کی بے ثباتی اور موت یاد آکر میں مجلس سے اٹھ جایا کروں۔

اہلِ حرم کو حکم نہیں تاکید کر رکھی تھی کہ تہجد کی نماز کے لئے مجھے اٹھادیا کریں اور اگر نیند کے غلبہ سے بیدار نہ سکوں تو میرے منہ پر پانی چھڑک کر جگاؤں اور اگر اس تدبیر سے بھی میری نیند نہ کھلے تو بلا لحاظ مجھے اٹھا کر بٹھا دیا جائے غور فرمایئے اور چشم عبرت سے ملاحظہ کیجئے کہ یہ تاکیدِ اکید فجر کی فرض نماز کے لئے نہیں "تہجد کی نماز" کے لئے تھی۔

فاتحِ مالوہ یعنی شہنشاہ ہند سلطان شمس الدین التمش کی سیرت عبادت اور ریاضت کے واقعات اس سے زیادہ عبرت کا نمونہ اور سبق آموز ہیں غریب النواز خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی ثم الاجمیریؒ اپنی تصنیف "گنج اسرار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ جب ہندوستان میں تشریف لائے تو انھیں یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ ہندوستان کا بادشاہ سلطان شمس الدین التمش معرفت اور حقیقت کی سب منزلیں طے کرکے انسانِ کامل کے درجہ پر فائز ہو چکا ہے۔

حضرت خواجہ غریب النوازؒ کے محترم خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حالات میں لکھا ہے کہ جب وہ ملتان سے دہلی تشریف لائے تو سلطان شمس الدین التمش نے خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ شاہی محل میں قیام فرمایا جائے تاکہ میں

حضرت کی خدمت کا فخر حاصل کرسکوں لیکن قطب صاحب موصوف نے اسکو پسند نہ فرمایا حسن عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ہفتہ میں کئی دفعہ قطب صاحب کی قدمبوسی کیلئے شہر سے باہر جنگل میں ہندوستان کا شہنشاہ سلطان شمس الدین التمش جایا کرتا تھا (جواہر فریدی صفحہ ۱۷۶ و تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۷)

اس اکثر و بیشتر آمد و رفت کو دیکھکر قطب اقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بادشاہ سے فرمایا۔[1] اے والیٔ دہلی باید کہ با غریباں و فقیراں و درویشاں و مسکیناں نکو باشی و با خلق نکوئی و رعیت پرور باشی۔ ہر کہ با رعیت رعایت کند و با خلق نکوئی کند خدائے تعالیٰ او را نگاہ دارد و جملہ اعدائے او دوست داند (رسالہ خانوادہ چشت از مولانا تاج الدین صفحہ ۱۷)

بادشاہ شمس الدین کی پارسائی اور تقویٰ جو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے عدیم النظیر ہے جب قطب اقطاب حضرت خواجہ قطب الدین صاحبؒ کاکی کا انتقال ہوا غسل کے بعد جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو خواجہ ابو سعید صاحب نے فرمایا " حضرت خواجہ وصیت کردہ بود کہ امام نماز جنازہ آنکس باشد کہ گاہے ازار بند بہوس بہ حرام نہ کشادہ باشد، و سنت ہائے عصر و تکبیر اولیٰ فرائض نماز گاہے ازو ترک نہ شدہ باشد" یعنی قطب صاحب نے وصیت فرمائی ہے کہ میرے جنازہ کی نماز کا پیش امام وہ نیک مسلمان ہو جس نے حرام کاری (زنا) کے لئے کبھی ازار بند نہ کھولا ہو اور مزید برآں یہ بھی کہ صرف عصر نماز کی سنتیں ہی پڑھتا رہا ہو بلکہ فرض نمازوں کی تکبیر اولیٰ بھی اس نے فوت نہ کی ہو۔

[1] اے بادشاہ دہلی تجھے چاہیے کہ غریبوں، فقیروں، درویشوں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کیا کر اور مخلوق کے ساتھ نرمی کر اور رعایا نواز بن جو کوئی رعایا کے ساتھ رعایت برتتا ہے اور مخلوق کے ساتھ نیکی کرتا ہے خداوند کریم اُس پر مہربان رہتا اور دشمنوں کو دوست بنا دیتا ہے

قطب الاقطاب کے جنازہ کا اژدہام تھا دہلی کے ہزاروں مسلمان جن میں سیکڑوں مشائخ اور صوفیائے کرام بھی تھے لیکن اس پارسائی اور پاکیزگی کا حامل سلطان شمس الدین التمش نکلا ہم تو اسکو قطب الاقطاب قطب الدین صاحبؒ کی آخری کرامت کہیں گے کہ اس ترکیب سے بعید بادشاہ کے تقوے اور ریاضِ باطنی کو اسکی رعایا پر منکشف کرنا تھا حالانکہ سلطان شمس الدین التمش نے راز کے اظہار پر افسوس و ملال ظاہر کیا ہی بہر حال ہمیں تو یہ دکھانا ہے کہ شاہانِ سلف میں سے بہت سے بادشاہ روحانیت کے بھی بادشاہ گذرے ہیں اگر ان واقعات کو بالتفصیل دیکھنا مدنظر ہو تو رسالہ نگار لکھنؤ ماہ دسمبر ۱۹۴۷ء ملاحظہ فرمایا جائے۔

اگرچہ شہر مانڈو کا نام شادی آباد سلطان دلاور خاں تجویز کرکے مرا تھا لیکن درحقیقت مانڈو شادی آباد کہلانے کا مستحق اسی سلطان کے عہدِ حکومت کا نتیجہ ہی شاہانِ مانڈو میں سلطان ناصر الدین محمود شاہ (محمود خلجی)، بڑا کشور کشا بادشاہ گذرا ہے اسکے دورِ حکمرانی میں میواڑ، مارواڑ، ہاڑوتی، وغیرہ اضلاعِ راجپوتانہ کی ریاستیں سلطان محمود خلجی کی باجگذار رہی ہیں اجمیر پر بھی اسی بادشاہ کا پھریرا اڑ رہا تھا۔

سلطان ناصر الدین محمود شاہ ضلع مندسور کے سرکش اور متمرد باغیوں کی سرکوبی میں مصروف تھا وہیں ہاڑوتی کے سپہ سالار کی رپورٹ ملی کہ راجپوتوں نے حضرت خواجہ غریب النواز کے مزار کی بے حرمتی کی ہے رپورٹ کو پڑھتے ہی سلطان آندھی کی طرح اجمیر شریف پہونچا اور مزار کی بے حرمتی کرنے والوں کو فنا کے گھاٹ اتار کے واپس لوٹا اس تاریخی ثبوت کو ہم اسلئے پیش کر رہے ہیں کہ سلطان ناصر الدین محمود شاہ کو بزرگانِ دین کے ساتھ جو والہانہ الفت اور محبت تھی اس سے ناظرین واقف ہو جائیں۔

جب مضمون عرضی کا سامع فیض جامع میں پہونچا اُسی دن اجمیر کی طرف متوجہ ہوا اور یہ کوچ متواتر مزار فائض الانوار کے قریب نزول فرمایا اور خواجہ قدس سرّہٗ کی روحِ پُر فتوح سے مدد طلب کر کے لشکر کو حکم کیا کہ باتفاق امرا قلعہ کا محاصرہ کر کے مورچہ تقسیم کریں اس درمیان میں گجادھر نامی کہ اہلِ قلعہ کا سردار تھا معہ فوج راجپوتان نامی جنگ کے لئے برآمد ہوا اور افواج محمودی کے صدمۂ شمشیر کی تاب سے بیتاب ہو کر قلعہ میں در آیا اور چار دن تک تنورِ رزم اور معرکۂ قتال گرم رہا۔

پانچویں دن گجادھر فیل مست کی طرح برآمد ہوا اور جنگ مغلوبہ میں مارا گیا وغیرہ۔ سلطان محمود خلجی مراسم شکر الٰہی بجا لا کر اُس بزرگوار کے مزار کے شرفِ طواف سے مشرف ہوا اور ایک مسجد عالی شان تعمیر کر کے واپس ہوا (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۶۸)

سلطان ناصر الدین محمود شاہ حکمرانی اور سیاست میں جتنا سخت تھا اتنا ہی غریبوں مسکینوں اور حاجتمندوں کے لئے آیۂ رحمت تھا اور بزرگانِ دین کے معاملہ میں تو سلطان شمس الدین التمش کی تمثیل ہی نہیں زندہ تصویر تھا مزارات کے احترام اور موانست میں سلطان محمود شاہ کا قدم سلطان شمس الدین التمش سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا جس کا ثبوت اجمیر کے مندرجہ صدر واقعہ سے ظاہر ہی ہے۔

ہاروتی ضلع کی مہم پر جاتے وقت ۱۳۵۵ھ میں سرتاج الابدال حضرت عبداللہ شاہ چنگال کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گیا سرزمین دھار میں یہ مزار سب سے قدیم مزار ہے اور چالیس مردانِ دین شہیدوں کی قبریں اور انھیں کے پاس موصوف کا مرقد ہے اول تو یہی تاریخی مقام کچھ کم جاذبِ توجہ نہیں ہے باوصف اسکے ایک چھوٹا سا بلند ٹیلا اور روح پرور ہوا زائرین کو گھنٹوں وہاں بٹھا رکھتی ہے اُسوقت دو سو سال پہلے کی بنی ہوئی مسجد اور قبور قابل مرمت ہو گئی تھیں سلطان محمود شاہ نے میر تعمیرات سے نقشہ بنوایا اور منظوری دی کہ مسجد کی جگہ مسجد، زائرین اور اہلِ دل صوفیائے کرام کے لئے حجرے، لنگر خانے اور احاطہ کے نیچے سے اوپر تک زینہ او پیچھے بعد دیگرے تین دروازے تعمیر کئے جائیں دو سال کے اندر مقبرہ اور دیگر عمارتیں تعمیر

ہو گئیں احاطہ کے اخیر دروازہ پر سنگِ موسیٰ کی سِل پر کتبہ لگایا گیا۔ اس سے بڑا کتبہ
اور جگہ تو ہونا ممکنات سے ہے لیکن مانڈو اور دھار میں جسقدر شاہی عمارتیں ہیں ان کے کتبوں میں
یہ کتبہ سب سے بڑا ہے بیالیس اشعار قافیہ بند نظم کئے گئے ہیں "محمود" تخلص کرنیوالے
کسی فردوسی صفت شاعر کی طبع رسا اور قادر کلامی کا نتیجہ ہے سچ تو یہ ہے کہ ایک ایک
شعر جانِ ادب ہی یہ کتبہ ۸۵۹ھ ہجری میں نصب ہوا ہے تاریخی شعر کے علاوہ صرف
ایک ہی شعر کو ہم بطور نمونہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

طوافش میکند ہر دم ملائیک — درودش میدہد ہر صبح دم حور
ز ہجرت ہشصد و پنجاہ و نہ بود — کہ تاریخش مجدد گشتہ مسطور

مزار خواجہ غریب النواز کی ہجر متی کرنیوالوں کی بیخ کنی کے بعد سلطان نے اجمیر شریف میں ایک
عالی شان مسجد کی تعمیر شروع کرائی اور وہاں سے مظفر و منصور دھار آیا اپنی عادت کے مطابق
حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی میر تعمیرات کو حکم دیا کہ متصل
حضرت چنگالؒ کے احاطہ اور احاطہ کے اندر ایک اور احاطہ جس میں حضرت مولانا کمال الدینؒ
اور ان کے اہل بیت کی قبروں پر دو گنبد تعمیر ہوں اسی طرح حضرت مولانا حسام الدینؒ
کے مرقد پر بھی ایک بہترین گنبد بنایا جائے چونکہ یہ احاطہ شہر کی آبادی سے متصل ہے اسلئے
ایک چوبیل برج بھی بنا ہوا تھا جس پر محافظان احاطہ یا متولیوں کے رہنے کی گنجائش تھی بڑے
احاطہ کا صدر دروازہ ٹوٹ گیا ہے کہا جاتا ہے کہ اس دروازہ پر بھی کتبہ لگا ہوا تھا اور یقیناً
ہوگا مگر گردش زمانہ نے اسے مٹا دیا اسی طرح لنگر خانہ اور وہ حجرے جو ذکر اذکار کرنیوالوں کے
لئے مولانا صاحب کے مزار پُر انوار سے ملے ہوئے جانب شمال تھے منہدم تو نہیں لیکن شکستہ
ضرور ہو گئے اور ہوتے جارہے ہیں البتہ مولانا کمال الدین صاحبؒ کے احاطہ کے دروازہ کا کتبہ

نہایت اچھی حالت میں لگا ہوا ہے دروازہ بہت اونچا نہیں ہے اور سنگِ ہوتی میں سفیدہ یا سنگِ مرمر کے حرف پیوست کئے گئے ہیں اسلئے اس کتبہ کے تمام اشعار بڑی آسانی سے پڑھے جاتے ہیں اس کتبہ کے اشعار بھی اُسی فردوسی صفت قادرالکلام محمود نے نظم کئے ہیں یہ تعمیرات بھی صرف دو سال کے اندر تعمیر کرائی گئیں شعر مادۂ تاریخ صوری صنعت میں ۸۶۱ھ ہجری کندہ ہے گویا شاہ چنگا جی کے مقبرے سے فرصت پاتے ہی اس مقبرے کی تعمیر شروع ہو گئی اشعار کتبہ درج ذیل ہیں۔

اللّٰہُ وَلِیُّ المؤمِنِینَ ط

این روضۂ رضواں بہ چنیں زیب و جمال
وین قبۂ پرنور چنیں قطبِ کمال

چوں از پئے زائراں مسکین و غریب
در ساحت و صحن تنگ بود ست مجال

این ہر دو رواق و صحن و گنبد در
با پردۂ سنگ و خانۂ آبِ زلال

واں صفہ درون خانقاہ و دہلیز
با کوشک و باکنگرہ ہر یک چو ہلال

ہم از پئے آسائش ہر اہلِ دلے
ہم از پئے مشغولیِ ہر صاحب حال

در عہد ہمایون خود آں شاہ جہاں
محمود شہ برکلجی خورشید مثال

در ہشصد و شصتین و یک آراستہ زسر
آراستہ باد قصرِ عمرش ہمہ سال

بروز گہہ این شاہِ دین و دنیا
محمود گدا افتادہ در صفِ نعال

چوں ہست صلائے عام در ہمہ را
باشد کہ بہ ور رکن گویند تعال

مندرجہ صدر اشعار کے ترجمہ کی توچنداں ضرورت نہ تھی لیکن احباب نے حکم دیا کہ اگر ترجمہ نہ ہو تو ہر شعر کا مطلب مختصر ضرور بیان کر دیا جائے اسلئے ترتیب وا

مولانا کمال الدین ۔ روضہ مبارک کا

خلاصہ بیان کیا جاتا ہے

اردو ترجمہ

قطب زماں کمال الدین صاحب کا روضہ نہایت حسین وجمیل ہے پردیسی زائروں کے لئے اس میں ٹھہرنے کی جگہ کافی ہے دونوں گنبد اور دروازے محفوظ ہیں اس خانقاہ اور کوشک کے کنگرے چاند کے مانند ہیں، ہر اہل دل اور ہر صاحب حال وقال کے لئے اس میں آسائش موجود ہے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں اسکی تعمیر ہوئی ۸۶۱ھ ہجری میں یہ قصر آراستہ ہوگیا محمود (کتبہ نظم کرنیوالا شاعر) کہتا ہے کہ اے دین اور دنیا کے بادشاہ میں تری درگاہ کا ادنیٰ بھکاری ہوں اس سے زیادہ کیا کہا جائے کہ یہ صلائے عام دربار ہے۔

شہر مانڈو کی تمدنی حیثیت شاہان مانڈو کے عہد حکومت میں مانڈو کے اندر علم وہنر کی جو گرم بازاری رہی ہی اسکی نسبت تاریخ مآثر رحیمی کا مصنف صفحہ ۲۰۵ جلد اول میں لکھتا ہے۔

چوں سلطنت باو گرفت و تربیت علماء و فضلاء کوشید و مدارس ساختہ زر باطراف واکناف عالم فرستاد و مستعداں را طلب داشت و بالجملہ بلاد مالوہ در زمان او یونان ثانی گشت۔

(ترجمہ) جیسے ہی بادشاہت قائم ہوئی دور دور تک روپیہ بھیجکر عالموں اور فاضلوں کو بلا کر جمع کیا، مدرسے بنوائے اور طالب علموں کو بھی جمع کیا گیا مختصر یہ کہ بلاد مالوہ اس زمانہ میں یونان ثانی تھا۔

اسی طرح تاریخ فرشتہ کا مصنف ملا قاسم تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۵۸ پر تحریر کرتا ہے

(بادشاہ جس مقام میں اہل کمال کو سنتا تھا روپیہ بھیجکر اُسے طلب کرتا تھا اور اپنی ولایت میں مدرسے جاری کر کے بہ تقرری وظائف علماء و فضلا اور طلباء کو فائدہ رسانی عوام میں مشغول کرتا تھا خلاصہ یہ کہ بلاد مالوہ من جمیع الوجوہ (ہر طریق سے) اُسکے ایام دولت میں محسود در شک) شیراز و سمرقند ہو

مانڈو میں دار العلوم (یونیورسٹی) کی عمارت جس کا نام ہفت منظری تھا اشرفی محل کے نام سے اسوقت بھی موجود ہے شیخ المحدثین والمفسرین قدوۃ المحققین حضرت علامہ شیخ سعد اللہ صاحبؒ اس یونیورسٹی کے پرنسپل تھے مانڈو کا سر افتخار دنیا میں قیامت تک بلند رہیگا کہ اس کی خاک نے خاقانی کا مشہور شارح علامہ محمد داؤد علی کو پیدا کیا ہے اس پر جسقدر افسوس کیا جائے کم ہے کہ گلزار ابرار کے علاوہ علماء مانڈو کے دیگر تصانیف دست بردِ زمانہ نے مفقود کر ڈالے!

شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر جب تیسری دفعہ ۹۰۱ھ ہجری میں دکن جاتے وقت مانڈو تشریف لائے اور کافی عرصہ تک مانڈو میں مقیم رہے اُسوقت اُن کیساتھ عبد الرحیم خان، خان خاناں بھی تھے خان خاناں نے محمد غوثی سے فرمائش کی کہ مانڈو دھار اور قرب وجوار کے بزرگانِ دین کی تاریخ لکھئے مولانا محمد غوثی حسن بن موسیٰ شطاری کے بیٹے تھے اور ۹۶۲ھ ہجری میں مانڈو کے اندر پیدا ہوکر مانڈو ہی کی خاک کا جزو بنگئے۔

مانڈو کے اخیر تاجدار باز بہادر نے شہنشاہ اکبر کے سامنے سرِ اطاعت خم نہ کیا اسی سرتابی نے سلطنت مالوہ کو بیخ وبن سے اُکھاڑ کر پھینک دیا اور جب ہی سے عروس البلاد شہرِ مانڈو کا سُہاگ اُجڑنے لگا اکبر کے بعد جب شہنشاہ جہانگیر مانڈو آئے اور آٹھ نو ماہ تک مانڈو میں فروکش رہے اُسوقت مانڈو شادآباد کے بجائے ناشاد آباد بن گیا تھا یعنی مولانا غوثی کو احمد آباد جاکر علامہ شیخ وجیہہ الدین احمد علوی سے تحصیل علم کرنا پڑا تھا جس طرح باز بہادر مانڈو کا اخیر بادشاہ تھا مولانا محمد غوثی آسمانِ علم کا اخیر ستارہ تھا جو غروب ہوگیا۔

عبد الرحیم خان خاناں کی فرمائش کی تعمیل میں ۹۹۸ھ سے ۱۰۱۱ھ تک

بڑی جستجو اور تلاش سے کامل بارہ سال میں مولانا محمد غوثی نے بزرگانِ دین کی تاریخ لکھکر تیار کی اور "گلزارِ ابرار" اُس کا نام رکھا گیا غنیمت ہے کہ مانڈو کے چشم دید حالات لکھنے والے کی یہ تصنیف ضائع ہونے سے بچ رہی ایک کثیر عرصہ تک تو یہ کتاب بھی کس مپرسی کے عالم میں پڑی رہی خدا جزائے خیر دے منشی الہ یار خاں صاحب اُجینی کو کہ جنھوں نے گلزارِ ابرار کو اُردو جامہ بدلوا کر اس کا تاریخی نام "از کارِ ابرار" رکھکر سنہ ۱۳۲۶ ہجری میں شائع کرادی ہے اس تاریخ کے صفحہ ۵۸۱ پر تحریر ہے کہ

۱۹۱۰

آپ (مولانا کمال الدین صاحبؒ) شیخ بایزید ابن شیخ نصیر الدین کے بیٹے ہیں معرفت کشف، کرامت، فضیلت اور فراست یہ جملہ صفات آپ کی ذات میں موجود تھے۔

آپ کے جد امجد بابا فرید شکر گنج کے بیٹے ہیں آپکو شیخ نظام الدین اولیا نے خلعتِ خلافت عطا فرماکر مردمانِ مالوہ کی رہنمائی کے واسطے دہلی سے بھیجا تھا وغیرہ وغیرہ

اس کے آگے مولانا صاحب کے مقبرے اور احاطہ کی تعریف کی گئی ہے چونکہ یہ حالات صفحاتِ گذشتہ میں درج کئے جاچکے ہیں اس لئے ان کا دہرانا مناسب نہیں سمجھا گیا مولانا غوثی صاحب نے حضرت مولانا کمال الدین صاحبؒ کی اولاد باقیات الصالحات کو بچشمِ خود دیکھا اور اُن سے ملکر واقعات معلوم فرمائے ہیں۔

مشاہدات اہلِ دل !!

پنجاب والے پیر صاحب اندور کی جامع مسجد میں فروکش تھے ان کے چار مرید عبد الغنی مستری، وزیر الدین، امیر الدین اور عظیم بھائی دھار سے اندور گئے اور پیر صاحب ہی کے پاس مسجد میں ٹھہرے رات کو دس بجے پیر صاحب سے یہ کہکر باہر گئے کہ ہم سوڈا پی کر آتے ہیں چونکہ رات زیادہ ہو جانے سے دوکانیں بند ہوگئی تھیں

لہذا تھیٹر کمپنی کی دوکان پر سوڈا پیا کھیل چالو تھا چاروں نے ٹکٹ لئے اور تھیٹر میں جا بیٹھے مگر آدھا گھنٹہ بھی تماشہ نہ دیکھنے پائے تھے تھیٹر ہال میں لاٹھی چلی تمام لوگ اپنے اپنے منہ چلتے بنے یہ چاروں آدمی بھی بے نیل ومرام واپس آ گئے لیکن مسجد کے دونوں طرف کے دروازے اندر سے بند تھے بارِ ندامت نے آواز نہ دینے دی اور دیوار پھاند کر مسجد کے اندر گئے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوا اس احتیاط سے بستر پھیلا رہے تھے کہ آواز آئی "امیر الدین پیر سے لگانے دچھپانے کا مزہ دیکھ لیا خود بھی مبتلائے آلام ہوئے اور ناٹک کمپنی کا بھی نقصان کرا دیا

یہ صاحب باطن روشن ضمیر بزرگ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ میاں محمد شاہ صاحبؒ تھے جن کے پنجاب، یوپی، راجپوتانہ، مالوہ اور جنوبی ہند میں بھی مرید پھیلے ہوئے ہیں ۱۹۰۹ء میں دھار تشریف لائے تھے حضرت مولانا خواجہ کمال الدین چشتیؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی ہوتی رہی اور قرآن مجید کی قراۃ سنتے سنتے آپکو وجد آ گیا دیر تک پُر کیف حالت رہی جب مقبرے سے باہر آئے تو اشک آلودہ آنکھیں بند کئے ہوئے مقبرے کی طرف منہ کر کے دیر تک اس طرح سے کھڑے رہے جیسے کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور آپ سن رہے ہیں

جب آپ حضرت مولانا حسام الدین صاحبؒ کے مقبرے میں داخل ہوئے وہی استغراق کا عالم یہاں بھی پیدا ہو گیا دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے حاضرین نے حضرت پیر صاحب کے یہ الفاظ سنے کہ اُس کا تعلق اُسکے ساتھ ہے تو کوئی پرخاش نہیں ہے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک مراقبہ میں راز و نیاز ہوتا رہا اس نظارہ کے کئی چشم دید گواہ اسوقت بھی دھار میں بقید حیات ہیں۔

دھار کی تشریف آوری کے پانچ سال بعد ۱۹۱۴ء میں حضرت خواجہ محمد میاں صاحبؒ کا وصال ہونے پر شاعر بے بدل مولوی محمد عمر خاں صاحب عمرؔ نے یادِ پیر کے نام سے

خواجہ محمد میاں صاحب کے مکاشفات اور ملفوظات کو ۱۹۳۰ء میں ایک ڈیڑھ سو صفحے کی کتاب میں شائع کرادئے ہیں اس کتاب میں دھار کے اس واقعہ کو صفحہ ۱۰۲ پر اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت خواجہ محمد میاں صاحبؒ سے سخت بُغض و کینہ رکھتا تھا اُسکو حضرت مولانا حسام الدین صاحبؒ نے آپ کے روبرو بحالت مراقبہ طلب کرکے دکھایا اور وہ اُسی سال میں دنیا سے مقہور ہو کر اُٹھ گیا۔

مولانا صاحبؒ کے احاطہ کی زمین کی عظمت حضرت مولانا کمال الدین صاحبؒ کے احاطہ کی زمین کی بزرگی اور تقدیس کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا خواجہ بہار الدین صاحبؒ کے خلیفہ حضرت منشی محمد ابراہیم خاں صاحب دھاروی جو چاروں خاندانوں میں بیعت کے مجاز تھے ۱۹۱۲ء میں حضرت شاہ محمد آفاقؒ کے عرس کرنیکے واسطے ۵ محرم کے روز موضع دسائی سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے دھار شریف لا رہے تھے دوسری گاڑی میں پیرانی صاحبہ اور حضرت کے بچے سوار تھے۔

حضرت جس گاڑی میں سوار تھے اُسی میں فاتحہ کا سامان بھی تھا خاصان خدا کے بھید خدا ہی جانے آپ نے اپنے ہمراہی مرید مرزا محمد بیگ انسپکٹر پولیس سے یہ کہہ کر منھ پر چادر تان لی اور دراز ہو گئے کہ حضرت غیب شاہ غازی کے مزار کے پاس پہونچکر مجھے آواز دینا اگر میں زندہ نہ ملوں تو مجھے میری ہڑوائی میں نہیں حضرت مولانا کمال الدین صاحبؒ کے احاطہ میں دفن کرا دینا مرید دم بخود تھا طرح طرح کے خیالات دل میں آرہے تھے مگر پاسِ ادب سے خاموش تھا کہ غازی صاحبؒ کا مزار آگیا حسب ہدایت حضرت کو آواز دیگئی تو مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا تھا۔ حسبِ وصیت مسٹر بھوت ناتھ سین صاحب انجینیر دھار نے جو آپ کے بہت خوش عقیدہ مرید تھے

تھے احاطہ ہی میں تدفین کرا کے پختہ مزار بنوا دیا ہے ۔

باطنی انتظام | قاضی فیض الدین صاحب اس آستانہ کے موروثی متولی ہیں اور یہاں کی معمولی کام وہی کرتے کراتے رہتے ہیں مگر اس کے باوجود غیبی طور پر جو انتظام ہوتا رہتا ہے وہ بذاتِ خود ایک کرشمہ ہے ۱۵رجون ۱۹۳۲ء کو ایک ضعیف العمر مسلمان آیا مغرب کی نماز کے بعد فخر الدین نے نووارد سے کہا اگر آپ شہر کی کسی مسجد میں جا کر ٹھہریں تو آرام ملیگا اُس نے کہا مجھے وہاں کے آرام سے یہاں کی تکلیف محبوب ہے اس جواب کے بعد محلہ سے کھانا منگوا دیا گیا تقریباً ایک ہفتہ اسی طرح گذار کر نووارد نے کہا مجھے خواجہ غریب نواز نے اس مزار کی خدمت کرنیکو بھیجا ہے لیکن معلوم ہوا پولیس ولے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

مجذوب تو اس غریب کو کون سمجھتا تھا دیوانہ بلکہ مصنوعی دیوانہ خیال کر کے کہدیا گیا کہ آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے پولیس والے مشتبہ ہیں چالان کر دیا کرتے ہیں یہ سنتے ہی وہ رونے لگا اور اسقدر رنج ہوا کہ اُس روز کھانا نہیں کھایا دوسرے دن اُس نے کہا کہ میرا نام اسمٰعیل ہے اور صوفی مشہور ہوں میں گداگر یا پیشہ ور بھکاری نہیں ہوں ریاست جوناگڈھ کا قدیمی باشندہ اور تجارت پیشہ ہوں وہاں میری دوکان ہے میرے گھر والوں کو خبر ہو جائیگی اسلئے مجبور ہوں ورنہ چند گھنٹہ میں اطمینان کرا سکتا ہوں کہ میں کون ہوں ۔ آپ براہِ کرم صرف اتنا کر دیجئے کہ میں پڑا رہوں اور جب میں مروں تو میری مٹی کو اسی احاطہ کی مٹی میں ملا دینا تقریباً پانچ سال اس آستانہ کی خدمت کر کے ۱۲رمارچ ۱۹۳۷ء کو صوفی صاحب نے قضا کی اور حسب وصیت اسی احاطہ میں دفن کئے گئے ویسے تو دو چار آدمی بیٹھے ہی رہا کرتے تھے مگر فقیر دوست راؤ بہادر فقری منت مہاراج سیتو رام جی صاحب اور سردار مہاڑک صاحب جاگیردار اکثر ملنے آیا کرتے تھے

اور دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو اس ترکیب سے کچھ دے جایا کرتے تھے اُدھر اُنہوں نے پیٹھ موڑی کہ صوفی صاحب نے قرآن خوانی کرائی اور اس رقم کا تبرک منگوا کر تقسیم کر دیا۔ اسکو حسنِ اتفاق کہئے یا تصرفِ باطنی صاحب موصوف کو دفن کر کے جب اُنکی جھونپڑی پر آئے تو "اللہ والی ماں" نام کی ایک نیک بخت عورت جو نہ صرف پابندِ صوم و صلوٰۃ ہے بلکہ صائم الدہر بھی ہے خدمت کرنے کو موجود ملی اور اسی جگہ رہ کر خدمت کر رہی ہے۔

محافظتِ شاہی مرمت تو مرمت ان کثیر التعداد سر بفلک شاہی عمارتوں پر جمی ہوئی کائی کا چھلوانا کارے دارد تھا ہز ایکسیلنسی لارڈ کرزن وائسرائے ہند کا احسان تاریخی صفحات پر جلی خط سے لکھا رہے گا کہ صاحب ممدوح نے محافظتِ آثارِ قدیمہ کا نہ صرف قانون ہی بنایا بلکہ مستقل محکمہ قائم کر کے ہندوستان کی تاریخی عمارات کی حفاظت اور مرمت شروع کرا دی اگرچہ اب وہ جوشِ مرمت سرد نہیں تو باسی ضرور ہو گیا ہے مگر یہ بھی کم غنیمت نہیں ہے کہ مانڈو اور دھار کی شاہی عمارتوں کی ہر سال کچھ نہ کچھ مرمت ہوتی رہتی ہے۔

محکمہ محافظتِ آثارِ قدیمہ کی قائمی کے باعث اتنا تو ہو ہی گیا ہے کہ ہر عمارت کے سامنے "عمارت محفوظہ شاہی" کا بورڈ لگ گیا ہے جس سے تخریب کا اندیشہ اگر مٹا نہیں تو کم ضرور ہو گیا ہے سچ تو یہ ہے کہ یہاں کی ہر عمارت ہندوستان کی تاریخ کا ایک ایک ورق ہے کامل پانچ سو سال کے بعد گذشتہ سال میں مولانا صاحب کے دونوں گنبدوں پر برسوں کی جمی ہوئی کائی چھلوا کر عرس کمیٹی کے ممبران نے قلعی پھروا دی تو شانِ عمارت دور سے نظر آنے لگی

سلاطینِ مالوہ اور شاہانِ دہلی نے اس آستانہ کے لیے جو تفامات کیے تھے

اُن تمام اسناد کو اس مختصر سی کتاب میں شامل کرنا کتاب کے صفحات بڑھانے کے سوا کوئی سود مند بات نہیں ہو البتہ یہ نہ لکھنا ناسپاسی ہوگا کہ انقلاب کے زبردست ہاتھوں نے اُس مقام کو جسکا چپہ چپہ تاریخی عمارات سے لبریز ہے اس خاندان ہی کے حصہ میں دیا جو نہ اس کا وارث ہی ہے اہل بھی ہے سرجان مالکم صاحب ایجنٹ گورنر جنرل اپنی تصنیف تاریخ سنٹرل انڈیا" کے صفحہ ۸ ، پر تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ مراہٹوں کی کامیابی نے مانڈو کو آنند راؤ اور اُسکی اولاد کا دار الحکومت بنا کر اُسکی نسل کو پھر حکمرانی عطا کر دی جو سات سو سال قبل اس شہر اور علاقہ کی حکومت سے محروم کر دیگئی تھی (ماخوذ از تاریخ مانڈو مؤلف غلام یزدانی)

مغلیہ حکومت کے ایوان کی چولیں ڈھیلی ہوتے ہی مرہٹے اٹھ کھڑے ہوئے اور مہاراشٹر کے علاوہ صوبہ مالوہ میں بھی چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنا شروع کر دیا۔ حکومتِ مغلیہ نے بخوشی یا بمجبوری صوبہ مالوہ کی عنانِ حکومت پیشوا کے ہاتھ میں دیدی اور حکومتِ پیشوا نے ہولکر ، سیندھیا اور پنواروں کو جو حکومتِ پیشوا کے نہ صرف قوتِ بازو بلکہ ریڑھ کی ہڈی تھے صوبات مالوہ کی سرزمین تقسیم کر دی۔

خوش قسمتی سے پنواروں کے حصّہ میں دھار، مانڈو اور دیواس آئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پنواروں کی تین ریاستیں ہیں دھار اور مانڈو جس پر موجودہ حکمران پنوار خاندان ۱۷۳۲ء سے راج کر رہا ہے اس غیر اسلامی حکومت نے حضرت مولانا خواجہ کمال الدین صاحبؒ کے مزار کے منتظم اور متولی کیلئے جاگیر اور نقدی کا بندوبست کر کے جو سند عطا فرمائی ہے وہ قابلِ ستائش ہے سند کے مضمون کو پڑھکر ہر سیاست داں پنوار شاہی حکومت کی رواداری اور انصاف پسندی کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(ترجمہ سند)

راجہ سری لک سدار (تحصیلدار) حال پرگنہ دھار

محب ریاست صاحب جاہ کھنڈیراؤ پنوار (مہاراجہ دھار) سے ۱۲۰۵ ہجری میں شیخ عبدالغنی درگاہ مولانا کمال الدین صاحبؒ کے متولی نے بار مقام پر ظاہر کیا کہ تیرتھ سروپ راجہ شری یشونت راؤ پنوار (مہاراجہ کھنڈیراؤ کے والد) نے قصبہ مذکور کی سائر کی آمدنی میں سے چھ آنہ یومیہ اور موضع مالی واڑہ میں انعامی زمین بیگھا ڈیڑھ سو قدامت سے عطا کر رکھی ہے درمیان میں ملا بہاؤ شنکر نے اس انعامی زمین پر ایک سو روپیہ پیش کشی لگا دی ہے۔ اب صرف چھ آنہ یومیہ ہی جاری ہے لہذا مذکور القدر کے ظاہر کئے ہوئے میں سے تیرتھ سروپ کی سند اور ماتو شری شکرا بائی کا تاکیدی پتر بھی بجنسہ ہے اس میں پیش کشی نہیں ہے۔ یہ دیکھکر از راہ پرورش ہم نے کل معاف کر دیا اور تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ قصبہ مذکور کی سائر میں سے چھ آنہ یومیہ اور انعامی زمین بیگھا ڈیڑھ سو جو قدامت سے جاری ہے اسی مطابق جاری رکھنا ہم نے بھی منظور کیا ہے لہذا سال درسال اوپر لکھے ہوئے مطابق نسلاً بعد نسلٍ جاری رکھا جائے اس میں اصل سند کے بعد کا حکم دلیلِ حجت نہ بنایا جائے اس حکم کی نقل رکھکر یہی حکم مشارٌ الیہ (صاحب سند) کو سند آ دیدیا جائے۔

(چھ ۲۲) مہر (مرتب شد)

حضرت مولانا خواجہ کمال الدین صاحبؒ کے مزارِ مقدس کے متولیان کو سب سے پہلے مہاراجہ یشونت راؤ صاحب نے اور اس کے بعد مہاراجہ کھنڈیراؤ صاحب نے اور اس کے بعد مہارانی شکرا بائی صاحبہ نے یکے بعد دیگرے سندیں عطا کیں اور ان تمام اسناد کے حوالوں سے سند مندرجہ صدر شیخ عبدالغنی کو دربار نے عطا فرمائی ہے اصل سند بہ زبان مراہٹی اور مراہٹی ہی رسم الخط میں ہے +

"اذکارِ ابرار"
اردو ترجمہ
گلزارِ ابرار
مصنف
محمد غوثی شطاری ماندوی
مترجم
فضل احمد جیوری
اسلامک بک فاؤنڈیشن
۲۷۹ 'N' سمن آباد لاہور
کتاب ملنے کا پتہ
"المعارف" گنج بخش روڈ
لاہور (پاکستان)

معذرت

گذشتہ تین چار مہینے میرے جس پریشانی میں گذرے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں
مگر اسکے باوجود بھی مسودہ نویسی کے کام کو جاری رکھا گیا مکمل کتاب نو بعجلت شائع
ہونے کی قطعی امید نہ تھی صرف ۴۸ صفحات کا مضمون جسکے ۳۲ صفحات آپ کے زیر نظر
ہیں چھپوانے کا ارادہ کرکے علوی پریس بھوپال کو بھیجدیا گیا مگر اس کے بعد مسودہ اور
کتابت کی رقم واپس منگوانے کا خط لکھ ہی رہا تھا کہ عین وقت پر مسٹر مظہر خاں صاحب
مظہر آرٹ بمبئی کا عنایت نامہ موصول ہوگیا۔

حسب طلب مسودہ اور اس کے بعد تصویریں بھیجدی گئیں جن کے پہونچتے ہی
موصوف نے تحریر فرمایا کہ بلاک بنوائے جارہے ہیں مختصر یہ کہ ٹوٹی ہوئی ہمت پھر
جڑ گئی اور میں بھوپال آگیا یہاں دوسری آفت سد راہ دیکھی اس کا علاج
۱۶ صفحے کم کردینے سے ہوگیا۔

غالباً کسی سخت مجبوری کے باعث بمبئی سے بلاک یا تصویریں تو نہ آسکیں مگر
ایک زندہ دل مسلمان کے وعدہ نے جو کام نہ ہونے والا تھا وہ کرا ہی لیا۔
مؤلف مظہر خاں صاحب کی علم دوستی اور زندہ دلی کا نہ صرف معترف، مشکور بھی ہے

نیاز مند
نظم بدناوری

کتاب ملنے کا پتہ

مجید خاں رحیم خاں اینڈ برادرس جنرل مرچنٹ صدر بازار دھار

(دھار سی آئی)